بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

بدقسمتی سے اس وقت ملک انتشار اور افراتفری کا شکار ہے، اپنا ہی مال ومتاع اپنے ہاتھوں سے بڑی بیدردی سے ضائع ہو رہا ہے، ظلم وتشدد بھی اپنوں ہی کا سہنا پڑ رہا ہے، ظاہر بات ہے کہ احتجاج واضطراب کی یہ ہمہ گیر فضا نہ تو ایک گروہ یا طبقہ کی پیدا کردہ ہے اور نہ یکایک ایسا ہوا ہے بلکہ ملک کے تقریباً تمام طبقے کسی نہ کسی شکل میں اس میں شریک ہیں اور یہ ٹھیک ردعمل ہے اس بے اعتدالی اور غیر فطری طریقۂ کار کا جس نے حکام اور رعایا سبھی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے، تاریخ شاہد ہے کہ جب کسی قوم اور ملک کی سرکشی، خدا کی دی ہوئی نعمت کی ناشکری اور خدا سے کئے ہوئے عہد ومیثاق اور باہمی حقوق کی پامالی حد سے بڑھ جاتی ہے، تو ایک طرف اس پر ظالم حکام اور خدا فراموش عمال مسلط کر دئے جاتے ہیں جو انہیں بڑی تیزی سے ذلت وادبار اور اخلاقی گراوٹ کی طرف ہانکنے لگتے ہیں، اور دوسری طرف خود رعایا ایک دوسرے کی ایذا رسانی اور آبرو ریزی میں مشغول ہو جاتی ہے۔ اویذیق بعضکم بأس بعض۔ اور اس طرح اچانک چین وسکون کی زندگی اضطراب، پریشانی اور تعطل میں بدل جاتی ہے، ظالم عمال اور فکر آخرت سے غافل رعیت دونوں کو اپنے کئے کی سزا بھگتنی پڑتی ہے۔ ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس۔

ایسے روح فرسا حالات میں ایک مسلمان کا شیوہ یہ نہیں کہ وہ محرکات اور اسباب کا کھوج لگاتے ہوئے صرف مادی اور اقتصادی دائرہ میں خرابیوں کی تلاش کرتا پھرے، بلکہ اُسے ان اخلاقی، روحانی اور ایمانی اقدار کے فروغ یا تنزل کا بھی جائزہ لینا چاہیئے جن کے تحفظ کے مقدس نام پر یہ خطہ حاصل کیا گیا تھا اس لحاظ سے اگر آپ سرسری جائزہ بھی لیں گے تو یقیناً مایوس ہوں گے کہ آزادی سے لیکر اب تک نہ صرف یہ کہ قیام مملکت کے محرکات اور دواعی سے صرف نظر کیا گیا، بلکہ وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ اس ملک کے اساسی نظریات سے غداری میں بھی شدت اور تیزی آتی گئی ہے۔ رعایا کو ارباب اقتدار نے فریب دیا ہے حصولِ اقتدار سے پہلے اسلام کا نام لے کر اور اقتدار کے بعد اسے پس پشت ڈال کر قوم سے اس ظالمانہ مذاق پر ۲۲ سال سے زائد عرصہ گذر چکا، پھر رعایا نے بھی حکام کی

تقلید میں اپنے ذوقِ معصیت اور جذبۂ تہذیب فرنگ کی پناہ کبھی ایک نظام میں ڈھونڈنا چاہی ہے کبھی دوسری تحریک اور نظام میں۔ یہاں تک کہ جس دور کو ملکی ترقی و استحکام کا "سنہری دور" کہا جا رہا ہے۔ اس دور کو تو اسلامی اقدار اور اسلامی تہذیب و ثقافت کی بربادی اور اسلام کے گلے پر چھری پھیرنے کے لحاظ سے ایک "بدترین سیاہ دور" کہا جا سکتا ہے۔ جرأت کرنے والوں کی سنگدلی اور شقاوت نے حد کر دی کہ خدا کی شانِ تشریعی (قانون سازی) میں مداخلت کرتے ہوئے اس کے مقرر کردہ معاشرتی حدود (عائلی قوانین) کو آرڈیننسوں کے ذریعہ منسوخ قرار دیا گیا۔ اس کی شانِ رزاقی کو افزائش و پیدائش کی تحدید کے ذریعہ مجروح کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس کی شانِ عدل و انصاف سے آمریت اور استبداد کے ذریعہ اسکی مخلوق کو محروم کر دیا گیا۔ اور حد یہ کہ اس کے قائم کردہ معروفات و منکرات کی حدود توڑنے اور اس کے بھیجے ہوئے نظامِ عدل (دینِ حنیف) سے نکل کر یورپ کی اباحیت زدہ تہذیب کے لئے اسلام کے بنیادی اصول و مسائل پر ریسرچ و تحقیق کے نام سے عملِ جراحی شروع کی گئی۔ خود نہ بدل سکنے کی وجہ سے قرآن کے بدلنے کی سرپرستی کی گئی اور یہاں تک کہ اللہ کے آخری نبیؐ کی شانِ رسالت اور شانِ ختمِ نبوت کے پرچار اور تحفظ پر پابندی لگا دی گئی، مگر ناموسِ محمدی کے لٹیروں، سنتِ نبویؐ کے دشمنوں، اور تحریف و تجدد کے علمبرداروں کو کھلی چھٹی مل گئی، پھر اشاعتِ حق اعلاءِ دین اور مدافعتِ اسلام کیلئے خدا نے علماءِ حق کا جو زمرہ منتخب فرمایا اور جس کے ذمہ ہر حالت میں کلمۂ حق کہہ کر حقِ نصیحت و خیر خواہی ادا کرنے کا کام لگایا گیا تھا، اُن کو مختلف سکیموں اور منصوبوں کے ذریعہ اُس تنگ اور محدود دائرہ کار سے بھی خارج کرنے کی سعی کی گئی، جسے منبر و محراب اور مسجد و خانقاہ کا نام دیا جاتا ہے، بلاشبہ نتائج اور عواقب کے لحاظ سے تاریخ میں عیاری کی یہ بدترین مثال ہے کہ خیر خواہی اور اصلاح کے نام پر سیاست کی طرح مذہب کو بھی " ایبڈو " کر دیا جائے اور حاملینِ مذہب میں بھی "بی ڈی سسٹم" چلایا جائے۔

یہ ایک دھندلا سا خاکہ ہے ان اسباب و محرکات کا جس کا تعلق قوم کی معاشرتی، اخلاقی اور مذہبی زندگی سے ہے جس کی بنیادوں پر لاکھوں لاکھوں ہزاروں عصمتوں اور کروڑوں مسلمانوں کی پریشانی اور بربادی کی عمارت اٹھائی گئی تھی، جہاں تک مادی اور اقتصادی سطح یا جمہوری نقطۂ نگاہ کا تعلق ہے آج کی فرصت میں ہمیں اس سے سروکار نہیں، مگر جس "سنہری دور" میں دین اور معاشرت، مذہب اور اخلاق کی اس قسم کی "اصلاحات" شامل ہوں حیرت ہے کہ ہمارے صدرِ محترم نے کل (یکم دسمبر) کی تازہ تقریر میں

ان سب کارناموں کا رشتہ اپنے رب کی ہدایت اور ایمان کی روشنی سے جوڑ دیا۔ صدر محترم کا ارشاد ہے کہ "میں نے ہر حال میں قوم کے جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ اور بنیادی مسائل کے حل کیلئے دن رات ایک کرکے اپنے رب کی ہدایت اور ایمان کی روشنی میں کام کیا ہے۔" (جنگ ۱۲ دسمبر) ہوسکتا ہے کہ مادی اور دنیاوی لحاظ سے ملک کے استحکام اور ترقی میں قدرت نے صدر محترم کی دستگیری کی ہو اور بلاشبہ ایک شخص اپنے کارناموں میں مخلص بھی ہوسکتا ہے اور اسے حق ہے کہ اپنی "اصلاحات" کو اپنی صوابدید یا حق طلبی کا نتیجہ قرار دے، مگر جہاں تک عائلی قوانین جیسے صریح تحریفِ قرآن وسنت، خاندانی منصوبہ بندی جیسے کھلے فواحش، ثقافتی طوائفوں اور جشنوں کی ترقی اور آرٹ و ثقافت کے عروج اور پھر "ادارۂ تحقیقاتِ اسلامیہ" جیسے اداروں کی شرمناک جسارتوں کا تعلق ہے، ہم ہرگز ہرگز رب کی ہدایت اور ایمان کی روشنی کا نتیجہ قرار نہیں دے سکتے۔ ایسے اعمال ربانی نہیں بلکہ شیطانی ہوسکتے ہیں۔ تعالیٰ اللہ من ذالک علواً کبیرا۔ یہ ہدایت نہیں نفس کا فریب ہوتا ہے۔ ایمان کی روشنی نہیں بلکہ غفلت کا اندھیرا ہوتا ہے۔ جس کی تائید نہ تو خدا کرتا ہے اور نہ اس کا رسولؐ اگر ہوتا تو ایسی "اصلاحات" کو تحسین فرماتے ــــــ بہرحال جہاں تک ایسے امور کا تعلق ہے اس کے ردعمل میں ملک گیر پریشانی، اضطراب اور بے چینی کے ہمہ گیر سلسلہ کا رونما ہونا ایک طبعی امر ہے۔

مسلمان جیسی شائستہ اور باوقار قوم کو جذبات کے اظہار میں اپنے ہاتھوں یہ توڑ پھوڑ اور شر و فساد، ہیر پھیر، لوٹ کھسوٹ اور پُرامن شہریوں پر سنگباری ہرگز زیب نہیں دیتی جسکا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ قرآن نے اپنے ہاتھوں سے اپنا گھر بار برباد کرنے کو یہود کا شیوہ قرار دیا ہے۔ یخربون بیوتھم بایدیھم۔ (اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے برباد کر رہے ہیں۔) اور کسی قوم کا یہاں تک پہنچنا انتہائی حالات کا غماز ہوتا ہے جس سے ہمیں اللہ کی پناہ مانگنی چاہیئے، بیشک مسلمان اپنے حقوق، دینی اقدار و روایات کیلئے لڑتا ہے۔ ایک مسلمان بڑھیا امیر المومنین فاروق اعظمؓ تک کو بھرے مجمع میں ٹوک سکتی ہے۔ مگر یہ سب کچھ اللہ کے مقرر کردہ آئینی حدود اور عقل کے دائرہ میں رہ کر کہ کسی بے گناہ شہری کی عزت و دولت کو گزند نہ پہنچنے پائے۔ مسلمان کا حق کیا، بلکہ اس کا تو فریضہ ہے کہ ظلم و استبداد اور بدی کو محسوس کرے تو اسے مٹائے مگر یہ ضروری ہے کہ اسلامی تعلیمات اور مومنانہ شان مجروح نہ ہونے پائے۔ مگر موجودہ حالات میں شکوہ کیا جائے تو کس سے؟ جس قوم کی اسلامی تربیت، دینی تعلیم اور جس معاشرہ کی اخلاقی اور علمی نگہداشت کو تہذیبِ مغرب

کی دیوی پر نثار کیا جا چکا ہو، جس قوم نے مستقبل کی پونجی ـــ بچوں اور نوجوانوں ـــ کو محمد عربی سے چھین کر لارڈ میکالے کی گود میں ڈال دیا ہو جن کے دل و دماغ کی پرورش صرف برکلے اور ہکسلے کے فلسفہ اور مغرب کی خدا فروش تعلیمات اور شیکسپیئر کے ڈراموں سے کی جا رہی ہو، ایسے معاشرہ، ایسی قوم اور ایسی رعایا سے بار پڑنے کے وقت اخلاق و اعتدال کی حدود قائم نہ رکھ سکے، یہ شکوہ سنجی کب جائز ہے؟ معدہ اور مادہ کے گرد گردش کرنے والی ایمان اور عقیدۂ آخرت سے عاری تعلیم اور اس کے تمام مظاہر کا نتیجہ اسی "وبائی اور عالمی مرض" کی شکل ہی میں ظاہر ہو سکتا ہے، جس کا شکوہ مصر کے وزیرِ خارجہ نے اپنے ایک حالیہ بیان میں کیا ہے ـــ

ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر ہمارا تعلیمی نظام دین اور مذہب سے اتنا کورا نہ ہوتا تو طالب العلم شائستگی کا دامن ہرگز نہ چھوڑتے ۔ مثال میں ہم اپنے مدارسِ عربیہ پیش کر سکتے ہیں جن کے طلبار کی تعداد لاکھوں سے زیادہ نہ ہو تو کم بھی نہ ہوگی، اس ملک میں دینی مدارس اور دار العلوموں کا ایک جال پھیلا ہوا ہے۔ ان ہنگامہ خیز ایام میں بھی بعض مرکزی شہروں میں سینکڑوں ہزاروں طلبہ علومِ نبوت حصولِ تعلیم میں مشغول ہیں۔ یہ وہ مدارس ہیں جنہیں ہمارے ہاں کا خیرشادی مذہب دشمن تجدد زدہ طبقہ انتشار و اختلافات کے گڑھ قرار دیتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ انہی مدارس کی وجہ سے ملک روبہ تنزل ہے۔) مگر ـــ غالباً کسی دینی مدرسے کے طالب العلم کے بارہ میں ایسی خبر سننے میں نہیں آئی ہوگی کہ جس نے نظم و ضبط کو چھوڑ کر شخصی یا ملی اموال و املاک کو نقصان پہنچایا یا ناشائستہ حرکت کی یا بسوں پر پتھراؤ کیا ہو ـــ

ـــ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ دینی طبقہ یا اسلامی علوم کے طلبہ اور اہلِ علم ملکی حالات پر مطمئن ہیں یا انہیں جمہوریت کے لئے کوشاں افراد سے ہمدردی نہیں، حاشا و کلا یہ چیز وفاداری کا ثبوت نہیں وفاداری تو بشرطِ استواری ہوتی ہے۔ اور علماء دین اہلِ حق اور ان بوریا نشین طالب العلموں کی اولین و آخرین وفاداری تو دین، رسالت، ناموسِ رسالت اور اسلامی علوم سے ہے، بلکہ اس وقت مضطرب اور بے چین اگر ہے تو یہی طبقہ ہے کہ اسے غم ہے تو دین کا اور فکر ہے تو ملک کے ایمان و اخلاق کا، اور یہ ایک ایسا غم ہے کہ دولت، اقتدار، پارٹی، روٹی اور چینی سے تو ہزار درجہ شدید اور جان لیوا ہے کہ۔ ع

غمِ دین خور کہ غم ہمہ اوست ـــ اور نہ یہ شائستگی اہلِ حق کے خوف یا بے حسی کا ثمرہ ہے بلکہ منکرات پر نفرین اور معروفات کی تبلیغ، باطل پر تنقید اور حق کا ذریعہ تو علمائے حق کا وہ محبوب مشغلہ ہے جس سے اس پورے عرصہ میں کسی لحظہ بھی [illegible]

مسجد ہو یا خانقاہ، منبر ہو یا سٹیج اعلائے حق جیسے اعلیٰ اور افضل جہاد کو علماء ہی نے سنبھالا دیا ہے یہی وہ طبقہ ہے جو لایخافون فی اللہ لومۃ لائم کا مصداق ہے اور اسی طبقہ کی جرأت رندانہ کا نتیجہ ہے کہ باقی اسلامی دنیا کی بہ نسبت اس ملک میں دین اور دینی اقدار کی گرفت اتنی کمزور نہیں ہو سکی —— یہ ایک ضمنی بات تھی —— اسلامی تعلیمات اور لارڈ میکالے کے نظام کے اثرات اور اس کے تفاوت کی یہ ایک ادنیٰ مثال ہے۔ کاش! عالم اسلام کے ارباب حل وعقد اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے سہی مگر نوجوانوں کی اس عالمی بیماری کے علاج میں دین و اخلاق کا بھی معقول حصہ شامل کردیں۔

بہرحال اس وقت قوم انتشار اور بے چینی کے جس نقطۂ عروج تک جا پہنچی ہے اس کا علاج اکا دکا مطالبات یا کسی گروہ کے دو چار مطالبات منظور کرانے میں نہیں، چھوٹے موٹے سوراخوں کو بند لگانے سے سیلاب نہیں رک سکتے اور نہ وقتی علاج سے بیماری کی جڑ کٹ سکتی ہے، اگر حزب اقتدار چاہتی ہے کہ اس ملک کی تعمیر و ترقی اور مخلصانہ خدمت کی زمام اس کے ہاتھ میں رہے یا حزب اختلاف چاہتی ہے کہ واقعی معنوں میں اس ملک کی پریشانیاں ختم ہوں تو اس کی صورت ایک ہی ہے کہ خرابیوں کا سرچشمہ بند کر دیا جائے اور مرض کی بیخ کنی کی جائے۔ اور وہ اسطرح کہ پورے خلوص و ایمان اور مومنانہ جرأت کے ساتھ اس ملک کو اس نظریہ کے سپرد کر دیا جائے جس کے نام پر اسے حاصل کیا گیا۔ اور اسی جوش و ولولہ سے ہم زندگی کے تمام شعبوں میں اس دین کی طرف پلٹ جائیں جس تیزی سے ہم نے اسے پس پشت ڈال دیا ہے۔ اسی میں حکام کی نجات ہے اور اسی میں رعایا کی ورنہ یقین جانیئے کہ اس ملک کو نہ تو آئے دن کے انقلابات سے عافیت مل سکتی ہے نہ موجودہ اقتدار کے ذریعہ اور نہ اس حزب اختلاف سے جس کے اکثر زعماء کی خدا فراموشیوں نے ہی ملک کو اس حد تک پہنچایا اور نہ ہماری مصیبتوں کا مداوا سوشلزم میں ہے، نہ سرمایہ داری میں نہ چین اور روس ہمیں بچا سکتا ہے اور نہ امریکہ اور برطانیہ ہمارا خیرخواہ ہے۔ اس مہلک مرض کا علاج صرف انہی ہاتھوں میں ہے جنہیں خداوند کریم نے اپنا ہاتھ قرار دیا، اور جس کی اطاعت اللہ کی اطاعت اور جسکی نافرمانی خدا سے سرکشی ہے، وہ ذات قدسی صفات جنہیں ہم محمد عربی (صلوٰت اللہ علیہ) کے پیارے نام سے پکارتے ہیں ——!

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق